Scanned with CamScanner

صبا جاوید

ڈھونڈ کر لائی ہے

سورج دن بھر چمکنے کے بعد مغرب کے کناروں پر ڈوبتا نظر آرہا تھا اور شفق کی نارنجی سرخی آسمان کے کناروں پر پھیل چکی تھی۔ ہر شے پر سکون ہوتی جارہی تھی۔ درختوں کی ٹہنیاں جو دن بھر جھومتی رہی تھیں' اب تھک کر سر جھکا رہی تھیں۔ فضاؤں سے ٹھنڈک اتر رہی تھی اور ماحول میں خنکی بڑھتی جارہی تھی۔ سورج کی کرنوں کی تمازت ختم ہوچکی تھی اور دھیرے دھیرے آسمان کا سکوت و جامد منظر بھی اندھیرے کی سیاہ چادر میں چھپتا جارہا تھا۔ تاریکی ویسی ہی تھی ہولناک اور پرسوز' کوئی درد کار آگ الاپ رہا تھا۔ بظاہر خاموشی میں سوگ ماتم بچھائے کبھی جان لیوا اور اداس اور کبھی جامد و چپ چاپ اور بے بسی کی المناک تصویر۔

مشعال رویم ٹیرس پر کھڑی ان تمام کیفیات کو اپنے اندر اترتا محسوس کررہی تھی۔ شام اور شب کے وصل میں اندھیرے کا تال میل اور مغموم سی اداسی اسے خوب بھلی محسوس ہورہی تھی۔ نہ جانے کتنی دیر سے وہ اس تاریکی سے محو گفتگو تھی۔

''مما۔۔۔ مما کہاں ہیں آپ؟'' رباب رویم اس کی اٹھارہ سالہ بیٹی کی زندگی سے بھرپور شوخ اور کھنک دار آواز نے اسے ماضی کے گرداب سے حال کے دامن میں لاپٹخا۔ اس نے ایک ٹھنڈی آہ سینے سے خارج کی اور مسکراتے ہوئے رباب کی طرف پلٹی۔ جو اسے ڈھونڈتے ہوئے ٹیرس پر ہی آچکی تھی۔

''کیا بات ہے رباب؟''

''مما۔۔۔ یونو میں آپ کو کب سے ڈھونڈ رہی ہوں' مجھے آپ سے بہت ضروری کام ہے۔'' وہ مشعال رویم کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے آئی' جو اس کا اور مشعال کا مشترکہ کمرہ تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ بیڈ پر ٹک گئی۔ ''مما آپ یہاں بیٹھیں' میں ابھی آئی ہوں۔'' اسے بٹھا کر وہ خود اسٹڈی روم میں گھس گئی۔ چند لمحوں بعد وہ ہاتھ میں رزلٹ کارڈ لیے برآمد ہوئی۔

''سی مما۔۔۔ میرا مڈٹرم رزلٹ آگیا۔'' وہ خوشی سے چہک رہی تھی۔ مشعال نے محبت سے اس کے خوشی سے لبریز دمکتے چہرے کو دیکھا اور رزلٹ کارڈ تھام لیا۔ نتیجہ حسب توقع تھا۔ اس نے ہر سبجیکٹ میں اسی فیصد سے زائد نمبر حاصل کیے تھے۔ مشعال کے رگ و روم میں ٹھنڈک اتر گئی۔

''میں جانتی تھی میری بیٹی شاندار کامیابی حاصل کرے گی' کیونکہ وہ ہے ہی اتنی انٹیلی جنٹ۔'' مشعال نے محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اسے خود میں سمیٹ لیا۔

''مجھے امید ہے کہ آپ فائنل میں بھی ایسی ہی پرفارمنس دو گی۔''

''آف کورس مما۔۔۔'' اس نے وثوق سے کہا۔

''مما آپ خوش تو ہیں نا۔'' اس نے کسی خدشے کے پیش نظر استفسار کیا۔

''کیوں نہیں مما کی جان۔۔۔ مما بہت خوش ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت خوب صورت اور ذہین رباب سے نوازا ہے۔'' مشعال نے نرمی سے اس کے رخساروں کو چھوا۔

''مما۔۔۔ آج رات کے لیے ڈنر میں تیار کروں گی اور برتن بھی صاف کردوں گی' آپ ریسٹ کریں۔''

digest library.com

"کیا... آپ اور وہ بھی برتن..." مشعال اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کی گھر کے کاموں سے جان جاتی ہے۔ لہٰذا حیران ہونا ایک فطری سا عمل تھا۔

"آپ کے کپڑے بھی پریس کردوں گی، صبح ناشتے کے لیے آٹا بھی گوندھ کر رکھ دوں گی۔" اس نے مزید گوہر افشانی کی۔ مشعال ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں سمجھ گئی کہ اسے کسی چیز کی ضرورت ہے۔ جسے پانے کے لیے وہ معصومیت سی رشوت سے مشعال کو بھانے کی کوشش کررہی تھی۔

"رباب کیا چاہیے آپ کو؟"

"مما آپ کو کیسے پتا چل جاتا ہے کہ مجھے کس وقت کیا کہنا ہوتا ہے۔" ماں کے درست انداز پر وہ جی بھر کر حیران ہوئی۔

"وہ دراصل میں آپ کی ماں ہوں نا اس لیے۔" مشعال نے شرارت سے کہا۔

"وہ... ایکچوئلی ہمارا ٹرپ جارہا ہے ناردرن

Scanned with CamScanner

digest library.com

ایریانا... مما... مجھے بھی جانا ہے۔" اس نے لاڈ سے مشعال کے گلے میں بانہیں ڈال کر فرمائش کی۔

"سوری... رباب آپ نہیں جاسکتیں۔" اس نے نگاہیں جھکائے جھکائے نفی میں سر ہلایا۔ بیٹی کے چہرے پر چمکتے ستاروں کو نوچنا اس کے لیے آسان نہ تھا۔ اس کی معصوم نگاہوں میں شفاف موتیوں سے قطرے اسے تکلیف میں مبتلا کردیتے تھے۔ وہ تو خود حالات کے دھارے میں وقت کی بساط پر بہہ رہی تھی۔ اس کا وجود وقت اور حالات کے مابین تلوار کی طرح لٹک رہا تھا۔ وقت کا یہی تقاضا تھا کہ رباب اس کے سائے سے بھی دور نہ ہو۔ اس نے دل پر پتھر رکھتے ہوئے درشتی سے انکار کردیا۔

"لیکن مما میری ساری فرینڈز جارہی ہیں۔ ان کے پیرنٹس نے تو انہیں نہیں روکا۔" اس نے معصوم سی دلیل پیش کی۔

"کیونکہ ان کے پیرنٹس ہیں رباب اور تمہاری صرف ماں ہے۔" وہ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ پائی اور محض سوچ کر رہ گئی۔

"انہیں جانے دو مگر تم نہیں جاؤ گی۔" مشعال نے تردید کی اور اٹھ کر بے وجہ دیوار پر دے درست کرنے لگی۔

"مما کیا وجہ ہے آخر۔ آپ ہر وقت مجھے اپنے پلو سے باندھ کر کیوں رکھنا چاہتی ہیں؟ کیا آپ کو پیسوں کی پرابلم ہے؟" وہ بے بسی سے بولی۔ اس کی بے بسی اب ہٹ دھرمی اور ضدی پن اختیار کرچکی تھی۔ مشعال جسے ابھی تک بچی سمجھ رہی تھی وہ اب بچی نہیں رہی تھی، وہ اپنی ماں سے بازپرس کرنے لگی تھی۔ مشعال کو بے پناہ حیرت نے آن گھیرا۔

"رباب..." وہ محض اتنا ہی کہہ پائی۔

"سوری مما۔" شاید اسے بھی اپنے الفاظ کی سنگینی اور غیر موزونیت کا احساس ہوچکا تھا۔ فوراً" ندامت سے سر جھکا گئی۔

"رباب... کیا کبھی آپ کی خواہشات کو میں نے پیسے کے نام پر دبایا۔ آپ ابھی چھوٹی ہو اکیلے کیسے بھیج دوں۔ وہاں آپ کا خیال کون رکھے گا۔"

رباب کی آنکھوں کے گوشوں سے ابھرتی نمی کو دیکھ کر وہ کچھ نرم پڑ گئی۔

"میں اکیلی کہاں جارہی ہوں مما... اتنی ساری لڑکیاں جائیں گی۔ ہمارا کالج اسٹاف بھی ہوگا۔ آپ کیسی ٹپیکل ماؤں والی باتیں کررہی ہیں۔"

اس نے جھنجلا کر توجیہہ پیش کی۔ مشعال نے ایک تفصیلی نگاہ رباب کے سراپے پر ڈالی۔ دراز قد، شہابی رنگت، سیاہ چمک دار آنکھیں، خمیدہ لب، شیشے کی طرح شفاف اور سانچے میں ڈھلا وجود، چہرے سے چھلکتی معصومیت اور بانکپن، وہ خوب صورتی و معصومیت کا حسین امتزاج لگ رہی تھی۔ مشعال رویم نے بے ساختہ اس کے ملکوتی حسن سے نگاہیں چرائیں۔ اس نوخیز حسن در عنائی کے ہمراہ وہ کیسے اسے اپنی چھتر سایہ سے دور بھیج دیتی۔ اگر کوئی مضبوط سہارا ہوتا تو یقیناً" اس کا فیصلہ آج مختلف ہوتا۔ وہ تنہا ناتواں وجود یہاں تو اسے کچھ حد تک تحفظ فراہم کرسکتا تھا مگر وہاں نہیں۔ کالج انتظامیہ نے تحفظ کا بھرپور یقین دلایا تھا۔ مگر اس کا دل سینے میں خوف سے پھڑپھڑا کر رہ جاتا۔ اکیلی عورت جنگل میں بھیڑیوں کے لیے آسان شکار ہوتی ہے۔ یہ دنیا ایک جنگل ہی تو ہے۔ جس میں انسانوں کے خول میں بھیڑیے چھپے ہیں اور اپنی اصلیت کی پردہ پوشی کررہے ہیں جہاں کہیں موقع میسر آئے تو یہ بھیس اتار پھینکتے ہیں۔ مگر وہ یہ بات اس لاابالی اور خواہشوں کے بھنور میں ڈوبتی سنبھلتی لڑکی کو نہیں سمجھا سکتی تھی۔ جس کا ذہن ابھی ان باتوں کو سوچنے اور پرکھنے کے لیے بہت چھوٹا تھا۔

"رباب کیا تم اتنی بڑی ہوگئی ہو کہ اپنی ماں کے فیصلے سے اختلاف کرو اور اس سے بازپرس کرو۔" اپنی عمیق سوچوں کو خیرباد کہتے ہوئے وہ فی الوقت اصل مدعا کی طرف آئی۔ مشعال نے ایک تیکھی نگاہ اس کے شدت گریہ سے سرخ پڑتے چہرے پر ڈالی۔

"مما پلیز..." اس نے گویا التجا کی آنسوؤں کو پینے کی کوشش میں الفاظ منہ میں ہی ٹوٹ کر بکھر گئے اور

Scanned with CamScanner

digest library.com

آواز اندر ہی دم توڑ گئی۔

"رباب میں نے کہا نا تم ابھی چھوٹی ہو تمہارا وہاں خیال کون رکھے گا؟"

"مما میں کوئی بچی نہیں ہوں جو اپنا خیال خود نہیں رکھ سکتی۔ جسے ہر آن کسی کے سہارے کی ضرورت ہو' میں جانتی ہوں آپ کو تنہائی سے خوف آتا ہے۔ تو یہ تنہائی اور بے سروسامانی بھی تو خود آپ نے اپنی تقدیر میں رقم کی ہے۔ آپ کے ایک فیصلے کی وجہ سے میں بھی تنہائی کا عذاب جھیل رہی ہوں۔ زندگی کا ہر قدم ہزاروں واہمے اور خدشات من میں سمیٹے اٹھاتی ہوں۔ مجھے اپنی ذات کا اعتماد حاصل نہیں ہر لحظہ ایک نئے خوف سے نبرد آزما ہوتی ہوں۔ آپ کو وفا نہیں ملی تو اس میں میرا کیا دوش؟ کیا ہر بار آپ کا خوف' تنہائی اور بے بسی میری خوشیوں کے آڑے آئے گی۔ کاش میرے بھی پاپا ہوتے تو اس قدر تلخ اور کھٹنائیوں بھرے راستے عبور ہی نہ کرنے پڑتے۔"

اس نے تڑخ کر کہا۔ مشعال اس کے لب و لہجے اور الفاظ پر ششدر تھی۔ وہی خودسری' وہی ضد' وہی ہٹ دھرمی۔ وہ تو اس کا پرتو تھی۔ خدوخال وہ مشعال رویم کے چرا لائی تھی۔ مگر مزاج کی قطعیت اور طبیعت میں طنطنہ تو اسی شخص کے تھے۔ جس سے وہ اٹھارہ برس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے لگا وہ اٹھارہ برس بعد بھی اس شخص کی عدالت میں مجرم بنی کھڑی ہے۔ وہ چند لمحوں میں نہ جانے کون کون سے گناہ اس کے دامن میں ڈال گئی۔

"میں بھی خوشیاں کشید کرنا چاہتی ہوں' اس خلا کو پر کر دینا چاہتی ہوں' محبت محسوس کرنا چاہتی ہوں۔ مضبوط سائبان تلے پروان چڑھنا۔"

"تڑاخ۔" مشعال کے زناٹے دار تھپڑ نے اس کی چلتی زبان کو یکدم بریک لگا دیا۔ اس کے دل و دماغ کی کھڑکیاں بڑی تیزی سے کھلی تھیں۔ اس کی شہد آگیں آنکھیں لبالب آنسوؤں سے بھر گئیں۔ دائیں ہاتھ سے رخسار کو چھو کر اس نے گویا خود کو یقین دلایا۔ لب ہولے ہولے لرز رہے تھے۔ وہ حق دق ماں کی شکل دیکھ رہی تھی۔ جہاں اک شکست خوردہ سا احساس عجیب سی توڑ پھوڑ مچا رہا تھا۔ موتی ٹوٹ ٹوٹ کر دامن میں بکھر رہے تھے اور ایک لفظ بھی ادا کیے بغیر مشعال کمرے کی حد عبور کر گئی۔ اس کے نکلتے ہی رباب جیسے ہوش میں آئی۔ ایک لمحے میں اسے اپنے الفاظ کی غیر موزونیت کا احساس ہوا۔

"مما۔۔۔ مما پلیز۔۔۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

وہ جو پتھر کی مورت بنی ساکت کھڑی تھی چلاتی ہوئی مشعال کے پیچھے لپکی۔ جس طرح کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آتا' اسی طرح زبان سے ادا ہوئے لفظ بھی نہیں لوٹتے' شاید بہت دیر ہو چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

ساری رات عجیب بے کلی اور بے چینی طاری رہی۔ اس کی بیٹی جو متاع حیات تھی اس کے فیصلے کے خلاف تھی۔ اس کے منہ سے ایسے الفاظ اور بدگمانی کے بادلوں میں ہچکولے لیتی خودساختہ باتیں اسے دکھ و مایوسیت کی ہولناک کھائی میں منہ کے بل دھکیل گئیں۔ دل کو کسی طور قرار نہیں تھا۔

خواہشات تو اسپرنگ کی مانند ہوتی ہیں۔ انہیں جتنا دبایا جائے یہ اتنی ہی شدت سے ابھرتی ہیں۔ رباب ایک نوجوان لڑکی تھی۔ امنگوں سے بھرپور آرزوؤں کے ستارے آنچل میں ٹانکے۔ وہ اس طرح روک ٹوک' سختی یا نرمی سے اس کے معصوم اور شوریدہ سری کے بھنور میں ڈوبتے ابھرتے جذبات پر بند نہیں باندھ سکتی تھی۔ ہر دور کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں اور وہ عمر کے اس دور میں تھی جب سب کچھ پا لینے کی چاہ میں کچھ کھونے کا ڈر نہیں رہتا۔ یہ بے فکری' آرزو میں' بے کل کرتے جذبات' جوانی کی دہلیز کو چھونے کا بانکپن' خواب اور ان کی تعبیر پانے کو مچلتی آنکھیں اس کی نوعمری کا تقاضا تھیں' جنہیں وہ اپنے گریز کے بھینٹ نہیں چڑھا سکتی تھی۔ اسے ایک انقلاب برپا کرنے کی خواہش رکھنے والی عورت نہیں فی الوقت خود کو ایک ماں کے عہدے' مرتبے اور حیثیت پر رکھ کر سوچنا تھا۔

Scanned with CamScanner

digest.library.com

اور اب وہ اپنے غم کو ممتا کے پر خلوص خول میں چھپا کر یہی فریضہ انجام دے رہی تھی۔ وقت کی گرد اور سرکشی سے اپنی بیٹی کو بچانا تھا‘ نہ کہ اپنے خوف اور وسوسے اس کی ابھرتی شخصیت میں منتقل کر کے چاند کو نکلنے سے پہلے گرہن کا شکار کرنا تھا۔ یقیناً ”زیست کے سفر میں جہاں کانٹوں کی چبھن سے پاؤں زخمی تھے وہاں خوشیوں کے پھول اور سکھ کی مہک اپنے اندر اتارنا اس کا حق تھا۔ اس مختصر سے تنہائی کے دورانیے نے اس کے لیے فیصلہ کرنا آسان کر دیا تھا۔ آنسوؤں سے تربتر آنکھوں کو ہتھیلی کی پشت سے رگڑتے ہوئے وہ اسٹڈی روم سے باہر آئی۔ جہاں رباب آڑی ترچھی دراز تھی۔ اس کے گلابی رخساروں پر خشک آنسوؤں کی بڑی معنی خیز سی تحریر رقم تھی۔ وہ یقیناً“ روتے روتے وہیں کارپٹ پر سو گئی تھی۔ مشعال نے شفقت سے اس کے بال سنوارے اور کمبل اوڑھانے لگی۔

”آئی ایم ساری بیٹا۔“ مشعال نے جھک کر محبت سے لبریز بوسہ اس کی پیشانی پر ثبت کیا۔ ممتا کے لمس کی تمازت محسوس کر کے اس نے کسمسا کر نگاہیں وا کیں۔

”مما...“ اس کے لب بے ساختہ کھلے۔ وہ جلدی سے آنکھیں رگڑتی اٹھ بیٹھی۔

”مما... مجھے معاف کر دیں۔“ گلوگیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ شدت سے رو پڑی۔

”رباب بیٹا... آپ اپنا سامان پیک کر لو۔ میں آج آپ کے ڈیوز کلیر کر دوں گی اور شام کو ہم شاپنگ کے لیے چلیں گے۔“ اس کے عارضوں کو بھگوتے سفید نمکین قطروں کو چنتے ہوئے وہ محبت سے بولی۔

”مما... مجھے کہیں نہیں جانا... میں نے آپ کو ہرٹ کیا ہے۔“ وہ گھٹنوں میں منہ چھپا کر سسک اٹھی۔

”رباب... میں نے تمہیں اجازت تمہاری تلخ کلامی کے سبب نہیں دی۔ مجھے اپنی بیٹی پر کامل اعتماد اور بھروسا ہے۔ اس لیے میں نے خود کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور پایا۔ ماں ہوں‘ اس لیے جلد ہی واہمات اور خدشات دامن میں نمو پانے لگتے ہیں۔“ رسانیت سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

”مما آپ مجھ سے ناراض تو نہیں؟“ اس کی استفہامیہ نگاہیں مشعال کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

”رباب جو ہوا اسے بھول جاؤ میری جان‘ میں تم سے بالکل ناراض نہیں ہوں‘ جب چھوٹے غلطی کرتے ہیں اور نادم ہو کر سوری بھی بولتے ہیں تو بڑوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ انہیں معاف کر دیں۔“

اس کے لہجے میں محبت اور شفقت کی آمیزش تھی۔

”اور مما یو آر سو سویٹ‘ آئی لو یو‘ میں ابھی اپنی فرینڈز کو انفارم کر دیتی ہوں کہ میں بھی ان کے ساتھ آ رہی ہوں۔“ وہ خوشی سے چہک اٹھی اور اظہار کے طور پر مشعال سے لپٹ گئی۔ اس کے رخسار پر پیار کرتے ہوئے وہ داخلی دروازہ عبور کر گئی۔ مشعال کی نرم اور مسکراتی نگاہوں نے رباب کا تعاقب کیا۔ سورج کی چاروں اور سویرے کا پیغام پھیلاتی کرنیں چھن چھن گلاس ونڈو سے اندر آ رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

”ارے کہاں جا رہی ہو؟ ابھی تو میں نے تمہیں جی بھر کر دیکھا بھی نہیں۔“ مقیت زماں نے مشعال کا ہاتھ پکڑ کر حیرت سے کہا‘ جو اس کے رد عمل پر پہلے ہی بوکھلا گئی۔

”باہر جا رہی ہوں‘ کچن میں سب کام ویسے ہی پڑا ہے۔ ابھی مجھے رات کے کھانے کی تیاری بھی کرنی ہے۔“ مشعال نے گھبرا کر وضاحت پیش کی۔

”مجھ سے بھی زیادہ ضروری ہیں یہ تمہارے گھریلو کام؟ جو بھی کام کاج ہوں وہ میرے آنے سے پہلے کر لیا کرو۔ جب میں آجایا کروں تو کمرے سے باہر مت جایا کرو۔“ اس نے گویا حکم دیا۔

”اچھا بابا... آئندہ احتیاط کروں گی‘ اب تو جانے دیں آنٹی میرا انتظار کر رہی ہیں۔“ اس نے جان

Scanned with CamScanner

digestlibrary.com

پھڑوانا چاہی۔

"تم ایک بات بتاؤ' تمہاری شادی مجھ سے ہوئی ہے یا اس گھر سے۔" اس نے جل کر کہا تو مشعال بے ساختہ مسکائی۔ روٹھا روٹھا سا پیا بڑا پیارا لگ رہا تھا۔

"شادی تو آپ سے ہوئی ہے مگر مجھ سے جڑے رشتوں کے لیے کچھ فرائض بھی تو منسوب ہیں جنہیں پورا کرنا میرا فرض ہے۔" اس کے بالوں کو بگاڑتے ہوئے وہ شوخی سے گویا ہوئی۔

"تمہارا سب سے مقدم اور اولین فریضہ مقیت حیدر ہے۔ پہلے اسے ٹائم دو کیونکہ تم اس سے منسوب ہو تو ہی ہر شے تم سے۔"

ایک جھٹکے سے اسے خود سے قریب کرتے ہوئے وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔ مشعال اس اچانک افتاد کے لیے تیار نہ تھی۔ لہٰذا ایک ہی رو میں اس کے حصار میں قید ہو گئی۔ بلا کی قربت تھی اس کے تو حواس ہی جھنجھنا اٹھے اور دل سینے میں ہی مچل کر رہ گیا۔

"کہا تھا نا آرام سے مان جاؤ ورنہ تمہیں قابو کرنا مجھے بہت اچھی طرح آتا ہے۔"

بازوؤں کے گھیرے کو مزید تنگ کرتے ہوئے وہ مزے سے بولا۔ مقیت حیدر اس کی بے بسی سے حظ اٹھا رہا تھا۔ اس کا انداز والہانہ تھا۔ چاہتوں اور شدتوں سے لبریز۔ وہ ہر بار اس کی دیوانگی سے یوں ہی ہار جایا کرتی تھی۔ وہ لاکھ مزاحمت کرتی' دامن بچاتی' مگر اس کی بے لوث چاہت اسے شکست دے ہی جاتی اور یہ شکست اسے سرتاپا سرشاری اور طمانیت کے احساس میں جکڑ جاتی۔ مقیت حیدر منہ اندھیرے ہی گاؤں روانہ ہو گیا تھا اور اب تقریباً" سات بج رہے تھے۔ اس کی بے تابیاں عروج پر تھیں۔ مشعال کے ڈھیروں کام منتظر پڑے تھے جنہیں اسے پایہ تکمیل پہنچانا تھا مگر مقیت حیدر کی موجودگی میں یہ سب ممکن دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ کنی کترانا چاہتی تھی مگر مقابل زور آور تھا' اس کی ایک نہ چلی۔

حیدر زمان کی دیہی علاقے میں قدرے طویل رقبے پر پھیلی قطعہ اراضی تھی۔ جس میں بڑا حصہ باغات پر مشتمل تھا۔ مقیت حیدر' حیدر زمان کی اکلوتی اولاد تھا مقیت حیدر خوبرو اور جاذب نوجوان تھا گھر میں پیسے کی ریل پیل تھی مقیت حیدر کو تعلیم سے کچھ خاص دلچسپی نہ تھی لہٰذا وہ میٹرک سے آگے تعلیم حاصل نہ کر سکا اور یہ واجبی سی تعلیم زمینوں کے حساب کتاب کے لیے کافی تھی۔ مگر اس کی پرکشش شخصیت اور رکھ رکھاؤ کے سامنے یہ کمی ہیچ نظر آتی۔ لہٰذا رفعت بیگم نے ہتھیلی پر سرسوں جمائی چٹ منگنی اور پٹ بیاہ کر کے وہ بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہو بیٹھیں۔ عارفہ بیگم (مقیت حیدر کی والدہ) کے قریبی رشتہ داروں کے توسط سے یہ رشتہ طے ہوا اور عارفہ بیگم کو مشعال پہلی ہی نظر میں ایسی بھائی کہ انہوں نے مزید انتظار مناسب نہ سمجھا۔

مشعال کو بابل کے آنگن سے وداع ہوئے چند ماہ بیتے تھے مقیت حیدر کے سنگ مشعال کی زندگی پھولوں کا حسین گلدستہ تھی جس میں خوشیوں کے رنگ' چاہتوں کی مہک اور وفا کی خوبصورتی تھی۔ مقیت حیدر تو جملہ عروسی میں اس کا گھونٹ الٹتے ہی اس حسن کی دیوی کا گرویدہ ہو گیا۔ مقیت حیدر نے اسے کسی خوبصورت اور نازک مجسمے کی طرح سنبھال کر رکھا تھا۔ اس کی والہانہ چاہتیں ہر گزرتے لمحے شدت اختیار کرتی جا رہی تھیں۔ مقیت حیدر' عارفہ بیگم اور حیدر زمان کی اکلوتی اولاد تھا لہٰذا شادی کے چوتھے روز ہی مشعال نے نئے نویلے دلہناپے کو خیرباد کہا اور بیشتر ذمہ داریاں اپنے نازک کندھوں پر اٹھا کر عارفہ بیگم کو بری الذمہ کر دیا۔ مگر مقیت حیدر کو تو ہر لمحہ' ہر پل مشعال اپنی نگاہوں کے سامنے چاہیے ہوتی۔ کام کے سلسلے میں بھی گاؤں جاتا تو اندھیرا ہونے سے قبل ہی لوٹ آتا۔

"ٹھیک طرح زمینوں کا حساب کتاب اور دیکھ بھال کیا کریں ادھر سے آجاتے ادھر سے آبھی جاتے ہیں وہ جان بوجھ کر اسے چڑاتی۔

"اچھا جی۔ اب میں کئی کئی دن تمہیں اپنی شکل نہیں دکھاؤں گا پھر مت دہائیاں دیتی رہنا۔" وہ اسے

Scanned with CamScanner

digest library.com

مصنوعی خفگی سے گھورتا۔

"ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ محبت کی سرشاری کو وجود میں سموئے اطمینان سے کہتی تو مقیت حیدر کی نگاہیں بے لگام ہونے کو مچل اٹھتیں۔

"تمہاری زلفیں' تمہارا چہرہ' تمہاری خوشبو' تمہاری باتیں مجھے جلد آنے کا سندیس دیتی ہیں۔ تمہیں پتا ہے کتنی مشکل سے جان چھڑا کر بھاگتا ہوں۔ ورنہ مسائل تو ایسے توجہ طلب ہیں کہ ہفتوں نہ سلجھیں۔"

اس کے بالوں کی چوٹی کے بل کھولتے ہوئے وہ مخمور لہجے میں کہتا' وہ چند لمحے اس کو وارفتگی سے بھرپور نگاہوں سے دیکھتی اور پھر گھبرا کر اس کے چوڑے سینے میں منہ چھپا لیتی۔ اس کی اس معصوم سی ادا پر مقیت حیدر کا قہقہہ بے ساختہ ہوتا۔ مشعال رویم اپنی قسمت سے مطمئن تھی وہ خوش تھی بہت خوش۔

☆ ☆ ☆

مشعال نے ایک پریشان نگاہ دیوار گیر گھڑی پر دوڑائی جو ایک کے ہندسے کو چھو رہی تھی۔ اس نے بے بسی سے کھڑکی سے جھانکتے گہرے اور تاریک سائے دیکھے۔ خوف و ہراس کی ایک شدید لہر اس کے بدن میں پھریری سی دوڑا گئی۔ اتنی رات بیت گئی اور مقیت حیدر کا کچھ اتا پتا نہ تھا۔ وہ کئی بار سیل نمبر ٹرائی کر چکی تھی مگر مسلسل آف جا رہا تھا۔ ان چند ماہ کی رفاقت میں یہ پہلی شب تھی جب مشعال کے ساتھ وہ نہیں بلکہ اس کا انتظار تھا۔ وہ تو سر شام ہی لوٹ آتا تھا چاہے کتنے ہی کام ادھورے پڑے ہوں تو پھر آج ایسا کیا ہو گیا جو وہ ابھی تک نہیں لوٹا۔

نجانے کیوں اس کی سوچیں منفی رو میں بہنے لگیں۔ انجانے وسوسے اور خدشات اسے دہلائے جا رہے تھے۔

"نہیں۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا نہ کرے انہیں کچھ ہو۔" اپنے خیال کی اس نے پرزور تردید کی۔

"مجھے شاید ان کے بغیر رات دیر تک جاگنے کی عادت نہیں ہے اس لیے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"

اس نے خود کو تسلی دینا چاہی۔ مگر دل تھا کہ کوئی بھی تاویل ماننے کو تیار نہ تھا۔ وہ جلے پیر کی بلی کی طرح متواتر دائیں بائیں چکر کاٹ رہی تھی اور ساتھ ساتھ اس کی سلامتی کی دعائیں بھی مانگ رہی تھی یہاں تک کہ بے بسی سے اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ روتے روتے نجانے کب نیند کی وادی میں اتر گئی اسے خبر ہی نہ ہوئی۔

صبح پانچ بجے الارم کی آواز سے اس کی نیم خوابیدہ حسیات بڑی آہستگی سے بے دار ہوئیں۔ اس نے جلدی سے الارم بند کیا اور نا سمجھ آنے والے انداز میں خالی خالی نگاہوں سے غیر مرئی نقطے کو تکنے لگی۔ بیڈ پر دراز مقیت حیدر کو دیکھ کر گزشتہ شب پوری جزئیات سمیت اس کے ذہن میں آ گئی۔ وہ اس کا انتظار کرتے کرتے صوفہ کم بیڈ پر ہی سو گئی تھی۔

"یہ کب آئے؟" اس نے خود کلامی کی۔ اضمحلال کے بادل چھٹ گئے۔ یکدم ہی وہ خود کو بہت ہلکا اور پرسکون محسوس کرنے لگی تھی۔ سیاہ بال' فراخ پیشانی پر بکھرے تھے۔ کٹاؤ دار عنابی لب ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ اس نے کمبل گردن تک تان رکھا تھا۔ مشعال نے ایک تفصیلی نگاہ مقیت حیدر پر ڈالی اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"صبح بے دار تو ہوں آپ۔ جناب خوب خبر لوں گی آپ کی' کس قدر پریشان کیا ہے مجھے۔ جانتے ہیں گزشتہ شب میرے اعصاب پر کس قدر بھاری گزری ہے۔" وہ سوچتے ہوئے ارادہ باندھنے لگی۔ پھر اس نے وضو کیا اور خدا کے حضور سر بہ سجود ہو گئی اور معمول کے کام سرانجام دینے لگی۔

"مشعال۔ مشعال کہاں ہو تم؟" اس کی بے زار سی آواز مشعال کے کانوں میں اتری تو وہ چولہے کی آنچ دھیمی کرتی ہوئی کچن سے باہر نکل آئی۔ وہ نہایت عجلت میں دور ہی سے چلاتا آ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ لاؤنج میں ہی اسے مل گیا۔

Scanned with CamScanner

digest library.com

"کیا یار! میرا کوئی بھی ڈریس ریڈی نہیں۔ مجھے ابھی گاؤں کے لیے روانہ ہونا ہے۔" اس نے برہمی سے استفسار کیا۔

"ابھی؟ اتنا لیٹ تو آئے تھے اب پھر کہاں جارہے ہیں؟" اس کا دل بجھ سا گیا۔

"تو نہ جاؤں... وہاں کے معاملات کیا تم سنبھالو گی؟" مقیت حیدر کو اس کی بات خاصی گراں گزری تھی۔

"اچھا میں ابھی کردیتی ہوں۔" اس کی پیشانی پر تنے شکنوں کے جال کو دیکھتے ہوئے وہ جلدی سے بولی۔

"سارا دن تم گھر میں کیا کرتی ہو۔ میرے کام بھی ڈھنگ سے نہیں کرسکتیں۔"

"آ... آپ۔" وہ بے ربط سی بولی۔ مقیت حیدر نے ہمیشہ اسے مہربان نگاہوں سے دیکھا تھا۔ یہ اکھڑا سا انداز اسے بوکھلائے دے رہا تھا۔ وہ حیرت کی تمثیل تفسیر بنی کھڑی تھی۔

"اب بت بن کر کیوں کھڑی ہو جاؤ کپڑے پریس کرو۔"

اسے بت بنا کھڑا دیکھ کر وہ بھنایا۔ اس کی بلند آواز پر وہ دو قدم پیچھے ہوئی اور جلدی سے مقیت حیدر کی تقلید میں چل پڑی جس کا رخ کمرے کی طرف تھا۔

"آپ رات کو کب آئے۔ پتا ہے رات دیر تک میں آپ کا انتظار کرتی رہی۔" کپڑے اسے تھماتے ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی شکوہ زبان سے پھسل گیا۔ کوئی بھی جواب دیے بغیر وہ باعجلت کپڑے پکڑتا واش روم میں گھس گیا۔ جبکہ مشعال ہونق پن سے اپنے محبوب کے بدلے بدلے اطوار ملاحظہ کررہی تھی۔ اس قدر بے وقعتی پر اس کی کان کی لویں تک جل اٹھی تھیں اپنا وجود دھواں بنتا اور ہوا میں تحلیل ہوتا محسوس ہورہا تھا۔ اہانت کے احساس سے بلا اجازت نکل آنے والے سفید پانی کے قطروں کو اس نے بے دردی سے رگڑا۔

"انہوں نے میری طرف دیکھا بھی نہیں۔ مجھے خدا حافظ بھی نہیں کہا۔ میری بات کا جواب دینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ ایک بار بھی مجھ سے نہیں پوچھا کہ ساری رات میں کس قدر بے چین رہی۔ تسلی کے دو بول، نہ لگاوٹ، نہ محبت کا لمس کچھ بھی تو نہیں تھا۔"

وہ حیرت سے خود سے سوال کررہی تھی۔ پھر صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور وہ اس بے اعتنائی پر سسک اٹھی۔

☆ ☆ ☆

یہ معاملہ صرف ایک دن پر محیط نہیں تھا۔ اب تو اکثر ایسا ہونے لگا تھا۔ وہ رات کے نجانے کس پہر قدم رکھتا اور وہ انتظار کی ڈور سے بندھی نیند کی وادیوں میں اتر جاتی۔ اگلی صبح اسے بازپرس کا موقع دیے بغیر نکل جاتا۔

"نجانے مجھ سے ایسا کیا گناہ سرزد ہوا ہے۔ جو مقیت مجھ سے ایسا سلوک روا رکھے ہیں اور وہ مجھ سے بات کرنا بھی گوارا نہیں سمجھتے۔"

کبھی کبھار وہ خود سے سوال کرتی۔ جواب میں ایک جامد خاموشی اور سکوت کے علاوہ کچھ اس کے ہاتھ نہ آتا۔ اس نے گیارہ ماہ کی رفاقت کا ایک ایک لمحہ ٹٹول لیا لیکن اسے کوئی ایسی ٹھوس اور سنجیدہ دلیل نہیں ملی جس کی سزا اتنی شدید ہو۔ مشعال پہلے پہل مصروفیت کا بہلاوا دے کر خود کو تسلی دے لیتی اب تو اس کا دل بھی مضطرب ہونے لگا تھا۔ وہ خالی خالی آنکھیں دہلیز پر جمائے اس کی راہ تکتی رہتی۔ تمام دن بے سروپا باتیں ذہن کی آماجگاہ بنی رہتیں۔

"مجھے اپنی چاہتوں کا عادی بنا کر اب منہ کیوں موڑ رہے ہو مقیت حیدر۔ اتنی محبتوں کے بعد بے رخی کا یہ پہلو میں برداشت نہیں کرپاؤں گی۔"

کبھی مشعال رو دیتی اور اداسی و معصومیت کے لبادے میں لپٹی تفسیر انتظار بنی نظر آتی۔ دل و دماغ میں بے نام سی ہلچل برپا تھی مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اب وہ دیر سے آئے گا مگر نجانے کیوں وہ اس کا انتظار کرتی رہتی یہاں تک کہ تاریکی کے گہرے ہوتے سائے اسے بے بس کردیتے۔ پہلے

Scanned with CamScanner

digest library.com

پہل وہ محفل دیر سے لوٹتا تھا مگر آتا ضرور تھا مگر اب تو تین دن ہونے کو آئے تھے لیکن مقیت حیدر کی کچھ خبر نہ تھی۔ سیل ٹرائی کر کر کے وہ ہار گئی۔ وجود پر عجب سی بے کلی اور بوجھل پن طاری تھا نہ موسم اچھے لگتے تھے نہ بہار' بہار لگتی تھی۔

عارفہ بیگم اس کے متعلق دریافت کرتیں تو وہ نگاہ چرا جاتی اسے تو خود معلوم نہ تھا ان کی تسلی کیونکر کروائی۔

"دنیا کا ہر آدمی گھر کے سکون اور آسائشات کے لیے کام کرتا ہے۔ سو تمہارا بیٹا بھی کر رہا ہے پہلے جب کام نہیں کرتا تھا تب تمہیں اعتراض تھا اب جب ساری ذمہ داری اس نے اپنے کندھوں پر اٹھالی ہے تو تم خوش نہیں۔ کام کے معاملات میں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔"

اس کی جگہ حیدر زماں' عارفہ بیگم کو جواب دے کر اس کا دفاع کرتے۔

"ارے ایسا بھی کیا کام کہ بچی بے چاری کو بھی وقت نہ دے۔ دیکھو ذرا' اداسی سے صورت کیسے کملا گئی ہے۔ اس کی موجودگی میں تو کنول کی طرح کھلتی ہے۔"

وہ اپنی تکرار میں اسے گھسیٹتے تو وہ گھبرا کر ان کے درمیان سے اٹھ آئی۔ اس کے اندر ہچکولے لیتا درد کا طوفان بڑی شدت اختیار کر گیا۔ صحن میں بنی سیڑھیوں پر بیٹھی وہ کھوئی کھوئی سی ہتھیلی کی لکیروں میں نجانے کیا تلاش کر رہی تھی۔ سورج کی سنہری کرنیں الوداع کہتی محسوس ہو رہی تھیں آنکھوں میں اترتی دھند کو رگڑتی وہ عارفہ بیگم کی آواز پر اندر کی طرف بڑھنے لگی مگر مقیت حیدر کی آواز نے مشعال کے قدموں میں گویا زنجیر ڈال دی۔ اک پل میں کوئی ان چھوا انوکھا سا احساس اس کے وجود میں چٹکیاں لینے لگا۔ دل سینے کی دیواریں توڑ کر باہر آنے کو بے تاب تھا۔ اس نے برق رفتاری سے مڑ کر آواز کی سمت میں نگاہیں دوڑا دیں۔ سفید کلف شدہ شلوار سوٹ زیب تن کیے' چوڑی پیشانی' مسکراتے لب' کشادہ سینہ' دراز قد' شادابی رنگت بلاشبہ وہ نکھرا نکھرا سا مقیت حیدر ہی تھا۔ اسے تو یہ فریب نگاہ ہی لگا تھا۔ وہ ٹکر ٹکر وارد کی شکل تک رہی تھی یقین اور بے یقینی کے مابین ڈول رہی تھی۔

"یار مان لیا کہ بہت خوبصورت لگ رہا ہوں لیکن اب گھورنا تو بند کرو۔ اگر بابا آگئے تو اس بے باکی پر میری پٹائی تو پکی۔" وہی فریش آواز اس کے کانوں کے پردوں سے سرسراتی تخیل تک رسائی حاصل کر گئی۔ وہ آنکھ دبا کر شرارت سے بولا۔ وہ جیسے خواب سے چونک پڑی۔ ہڑبڑا کر نگاہیں جھکائیں۔ مقیت حیدر کی پرشوق نگاہیں اسے اپنے حصار میں لیے تھیں۔ ایک پرشکوہ نگاہ مقیت حیدر پر ڈال کر وہ اندر بڑھ گئی۔ جیسے کہہ رہی ہو۔ آگیا میرا خیال۔

اتنے دنوں سے وہ اسے تڑپا رہا تھا اب اک پل میں کیسے بھول جاتی اتنے دنوں کی ناراضی کا اظہار بھی تو مقصود تھا۔

"مشعال پلیز چائے بنا کر کمرے میں لے آؤ۔ تب تک میں اماں اور بابا سے مل لوں۔"

کچن میں کھڑی مشعال کو آرڈر دے کر وہ پھر غائب ہو گیا جس سے فرار پانے کی خاطر اس نے کچن میں پناہ لی تھی۔

وہ چائے بنانے میں جان بوجھ کر دیر لگا رہی تھی نجانے کیوں دل میں موہوم سی امید تھی کہ وہ اسے دیر لگانے پر ڈانٹے گا' اسے خود لینے آئے گا اس سے باز پرس کرے گا کہ اتنے دنوں کے بعد وہ گھر لوٹا ہے اور وہ اسے بے رخی دکھا رہی ہے۔ اس سے گزشتہ رویے پر ندامت کا اظہار کرے گا۔ مگر امید۔ امید ہی رہی اس نے حقیقت کا روپ نہیں دھارا۔ اس کی آنکھیں بے اختیار بھیگ گئیں۔ اس کی بے بسی غصے میں ڈھلنے لگی تھی چائے کی ٹرے اٹھا کر وہ پیر پٹختی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی مگر اسے خواب خرگوش کے مزے لوٹتے دیکھ کر اس کا پارہ مزید ہائی ہو گیا۔ وہ الٹے قدموں واپس لوٹ آئی۔

✲ ✲ ✲

وقت اپنی مخصوص رفتار سے محو سفر تھا۔ شب و روز

Scanned with CamScanner

digest library.com

ڈھلتے چڑھتے ماضی اور حال کی داستان کے تال میل میں مگن تھے اور مقیت حیدر کے رویے میں پنپتے جارحانہ تیور تند ہی اختیار کرتے جارہے تھے۔ ان ہی دنوں مشعال کو امید سے ہونے کی خبر ملی تو وہ جیسے سب کچھ فراموش کر گئی۔ مقیت حیدر کی بے رخی، کج ادائی، بے زاری کچھ بھی یاد نہ رہا۔ اس کے اندر خوشی کی کونپلیں پھوٹ رہی تھیں۔ ننھے منے ہاتھوں کی دستک کا احساس ہر دکھ اور ہر سکھ پر حاوی تھا۔

"مقیت مجھے امی کی طرف جانا ہے۔" نک سک سے تیار وہ اس کی نگاہ خاص کی منتظر تھی۔ "ہاں ٹھیک ہے تم چلی جاؤ۔" سرسری سے انداز میں جواب دے کر وہ والٹ دراز سے نکالنے لگا۔

"مجھے اکیلے نہیں جانا۔ امی، بابا اکثر آپ کا پوچھتے ہیں۔ میں آپ کی مصروفیت کا بہانہ گھڑ گھڑ کر تھک گئی ہوں۔ اتنا بھی کیا کام کہ آپ کے پاس اپنی بیوی کے لیے بھی وقت نہیں۔ وہ بھی ان دنوں میں جب اسے سب سے زیادہ آپ کی ضرورت ہے۔"

وہ روہانسی ہو کر قدرے بے بسی سے بولی۔ اس کی بازپرس نے مقیت حیدر کے تن بدن میں آگ لگادی۔ شعلے لپکاتی نگاہیں اس کے سراپے پر گاڑتے ہوئے وہ جیسے اسے جلا کر خاکستر کر دینا چاہتا تھا۔ وہ جارحانہ انداز میں اس کی سمت مڑا اور بازو سے دبوچ کر ایک جھٹکے سے اپنے قریب کیا۔

"جب تمہیں بیاہ کر لایا تھا تو یہ عہد نہیں باندھا تھا کہ تمہارے پلو سے بندھا رہوں گا اور "مصروفیت کے بہانے" سے تمہاری کیا مراد ہے۔ کیا میں بہانے بناتا ہوں، میں گھر بیٹھ جاتا ہوں تم کاروبار سنبھال لو۔ یہ جو اتنی عیش و عشرت کی زندگی گزار رہی ہو تو یہ سب اسی محنت کی مرہون منت ہے۔ ناشکری عورت۔ رہی بات ماں بننے کی تو ہر عورت اس عمل سے گزرتی ہے تم نے کون سا انوکھا کام کر لیا ہے آئندہ مجھ سے اونچی آواز میں بات مت کرنا۔ بے ادب اور بدزبان عورتیں مجھے بالکل پسند نہیں اپنی اوقات میں رہو، اس سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو لمحوں میں اس گھر سے چلتا کردوں گا۔ تم میری کمزوری نہیں ہو مشعال بی بی۔"

اس کے بازو میں اپنے پنجے گاڑھ کر وہ حلق کے بل دھاڑا اور درد کی شدت سے مشعال کی رنگت زرد پڑنے لگی تھی۔ اس کی آنکھیں خوفزدہ ہرنی کی طرح پھیلی تھیں۔ وہ حق دق اس کا بے تاثر چہرہ تک رہی تھی۔

"دفع ہو جاؤ اب۔ سارا موڈ خراب کر دیا منحوس عورت۔"

بے زاری اور تنفر سے سر جھٹکتا وہ شعلے اگل رہا تھا۔ اسے بیڈ پر لڑھکا کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا داخلی دروازہ عبور کر گیا اور مشعال درد کے احساس سے دوہری ہو گئی۔ اس بے وقعتی اور کم مائیگی پر اس کا وجود دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہونے لگا تھا۔ درد کا جان لیوا احساس اس کے وجود میں کہرام مچانے لگا تھا۔ اس کی دلخراش چیخوں نے پورا زماں ہاؤس دہلا ڈالا۔

☆ ☆ ☆

جب کچھ ہوش آیا تو مشعال نے اپنے پہلو میں کومل سے وجود کی موجودگی کو محسوس کیا۔ ننھے ننھے وجود کا گداز لمس اسے ایسی سرشاری سے نواز رہا تھا کہ گزشتہ شب و روز میں مقیت حیدر کی ہر تلخی کو فی الوقت بھول گئی۔

مامتا کا احساس ایک عجیب، نامعلوم سی ہلچل سے روشناس کروا رہا تھا۔ موسم بہار میں کھلتے پھولوں کی بھینی بھینی مہک کی طرح، زرخیز مٹی میں پھوٹتی کونپل جیسی نوخیز، ہواؤں کے دوش پر اڑتے بادلوں جیسا مدہوش، انوکھا اور دلفریب۔

اسپتال سے ڈسچارج ہوئے اسے ایک ہفتہ گزر چکا تھا مگر رباب کا باپ اس کی شکل دیکھنے بھی نہیں آیا تھا۔ معصوم سی رباب کو گود میں لیے وہ نڈھال سی بیٹھی تھی وہ ہر ایک سے نظر چراتی پھر رہی تھی۔ لوگوں کے سوال و جواب اسے پریشان کر رہے تھے۔ مقیت حیدر کی غیر موجودگی خود اس کے لیے سوالیہ نشان بن کر رہ گئی تھی۔

Scanned with CamScanner

digest library.com

رباب کا بھوک سے برا حال تھا اور اظہار کے طور پر اس نے اپنا لاؤڈ اسپیکر آن کرلیا تھا۔ اسے دادی کے سپرد کر کے وہ جلدی جلدی فیڈر بنانے لگی تب ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ نووارد مقیت حیدر تھا۔ مگر یہ کیا اس کے ساتھ بے حد الٹرا ماڈرن جدید تراش خراش کا لباس زیب تن کیے دوپٹے کے تکلف سے آزاد لڑکی کھڑی تھی۔

رباب کو بھول کر وہ مقیت حیدر کے پہلو میں کھڑی لڑکی کا جائزہ لینے لگی۔

"میری بیٹی کہاں ہے؟ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔" اس کی حیرت میں ڈوبی شکل کو نظرانداز کرتا وہ بے تابی سے بولا اور پھر جواب کا انتظار کیے بغیر عارفہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھ گیا کہ رونے کی آواز وہیں سے برآمد ہو رہی تھی۔

"یہ لڑکی کون ہے مقیت؟"

اسے وہیں لاؤنج میں چھوڑ کر' اخلاقیات کا کوئی بھی فریضہ انجام دیے بغیر وہ اس کے پیچھے لپکی۔ اس کی چھٹی حس کچھ غلط ہونے کا الارم بجا رہی تھی۔

"آرام سے یار۔ ابھی آیا ہوں نہ سلام نہ دعا۔ الٹا سوالوں کی بوچھاڑ کردی۔ مجھے اپنی بیٹی تو دیکھنے دو۔"

رباب کو بڑے پیار سے گود میں اٹھا کر وہ لاپروائی سے بولا۔

"ماشاء اللہ' اللہ نظر بد سے بچائے۔" اس نے فوراً" جیب سے ہرے ہرے نوٹ نکال کر سارے رباب پر سے وار دیئے۔

"یہ لیں امی صدقہ کردیں۔" انداز بتا رہے تھے کہ وہ بے حد خوش ہے۔

"اب بتائیں وہ لڑکی کون ہے؟"

اس سے مزید صبر نہ ہوا تو بڑی بے قراری سے پوچھا۔

"اتنی ہڑبونگ مت مچایا کرو مشعال۔ اتنا لمبا سفر کر کے آیا ہوں کچھ تھکاوٹ تو اترنے دو۔ بجائے مہمان نوازی کے تم یہاں جاہل عورتوں کی طرح تفتیش میں مگن ہو۔ جاؤ گیسٹ روم صاف کرو اور ہاں رومی کو وہیں پہنچا دو۔ خیال رہے کسی چیز کی کمی نہ ہو۔" وہ چڑ کر بولا تو مشعال کے کہنے کو کچھ باقی نہ رہا۔ وہ جلتی کڑھتی اس کے حکم بجا لانے لگی کہ جاہل عورت کا لیبل جو اس کے ساتھ لگ گیا تھا۔

کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا۔ مقیت حیدر سے حیدر زماں نے دبے دبے الفاظ میں اس لڑکی کے متعلق استفسار کیا مگر وہ صاف ٹال گیا۔ پھر سب ہی خاموش ہوگئے۔ البتہ مشعال کے دل میں احساس زیاں نجانے کیوں قوی ہوتا جا رہا تھا۔ بار بار آنکھیں چھلک رہی تھیں۔ وہ تنہا ہر مرحلہ طے کر آئی تھی اس کو ساتھ دیکھنے کی خواہش کو دل میں دبائے وہ ہر راہ سے گزر آئی تھی۔ دل میں کہیں کوئی اضطراب خلا بنا گیا تھا۔ تنہائی کا جان لیوا احساس آس پاس منڈلاتا دکھائی دے رہا تھا۔ کوئی مٹھی میں اس کے دل کو بھینچے شدت درد سے روشناس کروا رہا تھا مگر وہ بھیگی پلکوں سے روز کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ برتن سمیٹ کر کچن صاف کرنے کے بعد اس نے رباب کو سلایا اور کاٹ میں لٹا کر مقیت حیدر کی طرف بڑھی جو اس کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔

"کیسی ہو مشعال؟" اسے دیکھتے ہی وہ خوش دلی سے مسکرایا جواباً" وہ بس اس شخص کو دیکھ کر رہ گئی جو مطمئن تھا۔

"ادھر آؤ" اسے وہیں ساکت دیکھ کر وہ بولا اور پہلو میں جگہ بنائی۔ مشعال ٹرانس کی سی کیفیت میں اس کے پہلو میں ٹک گئی۔ اس نے بازو اس کی کمر کے گرد حائل کر کے اسے اپنے مزید قریب کرلیا تو پر حدت سا احساس مشعال کے وجود میں منتقل ہوگیا اس کے اندر زندگی کا احساس دوڑ گیا۔

"مقیت" وہ بے اختیار ہی اس سے لپٹ گئی اور معصوم بچوں کی طرح رونے لگی۔ ساری تکلیفیں جیسے اس کے قرب میں بہہ گئیں وہ سب شکوے بھول گئی۔

"آپ کہاں تھے مقیت۔ ہمارے پیار کی نشانی اس دنیا میں آگئی آپ پاپا بن گئے مگر آپ میرے پاس نہیں تھے۔"

Scanned with CamScanner

digest library.com

اس نے آنسوؤں سے آنکھیں بھر کر شکوہ کیا۔
"بس یار بہت اہم مسئلے میں پھنس گیا تھا۔"
اس کا سر سہلاتے ہوئے وہ گمبھیرتا سے بولا۔
"ایسا بھی کیا ضروری کام جس نے آپ کو مجھ تک آنے سے روک دیا کیا مجھ سے بھی اہم ہے کچھ آپ کی زندگی میں" وہ پھر شکوہ کناں ہوئی۔
"بتادوں گا بس کچھ دن صبر کرو۔" اس نے پھر ٹالا۔
"ایک بات پوچھوں؟" اس نے سر اٹھا کر استفہامیہ انداز میں پوچھا۔
"ہاں بولو۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔
"آپ کسے اپنے ساتھ لائے ہیں۔"
"وہ اس گھر کا حصہ ہے مشعال وہ اب یہیں رہے گی۔"
"کیوں مقیت یہاں کیوں؟"
وہ ناسمجھی کے عالم میں بولی۔ اس کے دل نے بے ساختہ ایک بیٹ مس کی۔
"جواب دیں۔۔۔ کس حیثیت سے؟" اس نے دہل کر پوچھا۔
"زیادہ سوال جواب کرکے مجھے پریشان مت کرو۔ مشعال لائٹ آف کرو اور سونے دو۔" وہ کروٹ لے کر اس سے دور ہوگیا اور مشعال کو لگا جیسے وہ صحرائے زیست میں تنہا اور لاچار کھڑی ہے۔

☼ ☼ ☼

اگلا دن اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت برپا تھا۔ پولیس ان کے گھر آچکی تھی اور مقیت حیدر پر ایک لڑکی کو اغوا کرنے کا مقدمہ بن چکا تھا۔
"یہ دعوا ہر صورت جھوٹا ہے۔ یہ دیکھیں نکاح نامہ قانونی اور شرعی طور پر رومیلہ میری بیوی ہے اور یہ سب کچھ ہم دونوں کی باہمی رضامندی سے ہوا ہے چاہیں تو آپ رومیلہ کا بیان لے سکتے ہیں۔" پولیس انسپکٹر کے سوال کے جواب میں مقیت حیدر نے اسے نکاح نامہ دکھایا اور ساتھ ہی بڑے رعب سے جواب دیا۔
"بی بی بتائیں کہ کیا اس شادی میں آپ کی رضامندی شامل ہے اگر کوئی زور زبردستی کی گئی ہے تو آپ بتا سکتی ہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" انسپکٹر نے پیشہ وارانہ انداز میں کارروائی کا آغاز کیا۔
"میں نے اپنی مرضی اور ہوش و حواس میں ان سے شادی کی ہے انہوں نے مجھ سے کوئی زور زبردستی نہیں کی۔"
اس نے دھیرے سے اقرار کیا تو مقیت حیدر کی تمکنت میں کچھ اور اضافہ ہوگیا۔ پولیس انسپکٹر نے رومیلہ سے چند ایک مزید سوالات کیے کارروائی مکمل کی اور جانے کی اجازت طلب کی۔
"بے وقت تکلیف کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ مگر قوم کی خدمت ہمارا اولین فریضہ ہے۔" پولیس انسپکٹر نے شائستگی سے کہا اور زمان ہاؤس سے رخصت ہوگیا۔

مقیت حیدر ایک بازاری عورت سے شادی کرچکا تھا گزشتہ گیارہ ماہ یہی اس کی مصروفیت کا محور تھا رومیلہ کی ماں اور نانی نے مقیت حیدر کے خلاف اغوا کا مقدمہ دائر کیا' مگر نکاح نامے اور لڑکی کے بیان جیسے ثبوت کی روشنی میں مقدمہ چل نہ سکا۔ یوں انہیں واضح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر وہ دونوں ہر صورت میں رومیلہ کا حصول چاہتی تھیں کہ اس کی غیر موجودگی کی صورت میں ان کا کاروبار ٹھپ ہوچکا تھا۔
اس تمام صورت حال نے مشعال پر ہر حقیقت منکشف کردی تھی غم و غصے کی زیادتی سے اس کا وجود لرز رہا تھا۔ پے در پے سوالوں کی بوچھاڑ اس کے من میں ہو رہی تھی جس میں اس کا شعور بھیگتا جارہا تھا۔
"کیوں۔۔۔ مقیت۔۔۔ ایسا کیوں۔۔۔ مجھ سے اس قدر بے وفائی کیوں؟ میری وفا میں کوئی کمی رہ گئی تھی کیا۔"
گلوگیر آواز کے ساتھ اس نے گویا محبوب کی بے وفائی کا ماتم کیا۔
"یہ حقیقت ہے مشعال۔۔۔ جتنی جلدی ہوسکے اسے قبول کرلو اور خوامخواہ عورتوں کی طرح واویلا مچا کر معاملے کو طول مت دینا میں کسی بحث کے موڈ میں

Scanned with CamScanner

digest library.com

نہیں ہوں۔" وہ بے زاری سے بولا۔

"میرے سینے میں خنجر گھونپ کر کہتے ہیں درد سے چلاؤں بھی نا۔ کیوں ایک وحشیہ کو میرے برابر لا کر بٹھا دیا آپ نے؟" وہ حلق کے بل دھاڑی۔ سارا درد جیسے اس کی آواز میں سمٹ گیا تھا۔

"مشعال۔۔۔" مقیت حیدر اس سے بھی زیادہ بلند آواز میں چنگھاڑا۔ ساتھ ہی مشعال کے بالوں پر اس کی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔

"تم جاؤ یہاں سے رومیلہ۔" اس نے اس خاموش تماشائی کو رخصت کیا۔

"ہاں یہی سچ ہے مقیت۔ آپ کی بلند آواز اس ۔۔۔ کی حیثیت کو چھپا نہیں سکتی۔" اپنے بال اس کی گرفت سے چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے وہ شیرنی کی طرح غرائی۔

"یہ فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے مشعال بی بی اور میں اپنے کسی عمل کے لیے تمہارے سامنے جوابدہ نہیں ہوں اپنی آواز دھیمی رکھو۔" ایک جھٹکے سے اس نے مشعال کو پرے دھکیلا جو ابا" وہ صوفہ پر لڑھک گئی۔

"کیوں رکھوں دھیمی آواز۔ تاکہ آپ کے گھٹیا فعل پر پردہ پڑا رہے۔ گھن آتی ہے مجھے آپ سے۔ میرے گھر کی پاک دہلیز کو ایک بازاری عورت کے قدموں سے ناپاک کیا ہے آپ نے۔"

مقیت حیدر کا صبر جواب دے گیا تھا۔ اس نے بازو سے دبوچ کر مشعال کو اپنے سامنے کیا اور پے در پے اپنے فولادی ہاتھوں سے اس کے چہرے کی نرمی کو نوچ ڈالا۔

"بکواس بند کرو۔ اب میں رومیلہ کے خلاف ایک لفظ نہیں سنوں گا۔ اپنی پارسائی کا زیادہ ڈھونگ رچانے کی ضرورت نہیں میرے لیے یہ سب بے معنی ہے۔ تمہیں اس لیے برداشت کر رہا ہوں کہ میری بیٹی کی ماں ہو۔ یہ گھر میرا ہے مشعال بی بی۔ اس کا ایک ایک فیصلہ میرے حکم کا مرہون منت ہے جب تک میں چاہوں گا تب تک تم یہاں ہو اس کے بعد۔۔۔"

اس کے الفاظ اور ہاتھوں کی مار نے مشعال کو بے مایہ کر دیا تھا اس کی ذات کا غرور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ سینے میں ایک تلاطم برپا تھا جس کے بہنے کا راستہ محض آنکھیں تھیں۔ اس کا محبوب اس کے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل گیا اور وہ تہی داماں رہ گئی۔ درد کی لکیریں اس کے وجود کو چیر رہی تھیں۔ یہ اس کا گھر تھا وہ تو ابھی تک اسی زعم میں لڑ رہی تھی، مگر نہیں یہ گھر تو صرف مقیت حیدر کا تھا تب ہی تو وہ اسے دھتکار چکا تھا۔ وہ ٹکر ٹکر اس کی شکل تک رہی تھی۔ ہر احتجاج اندر ہی دم توڑ گیا۔ وہ اس سنگ دلی پر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی مگر مقیت حیدر کے چہرے کی درشتی اور سپاٹ تاثرات اس کے حقیقت ہونے پر مہر ثبت کر رہے تھے۔ اس نے بے دردی سے آنسو رگڑے مزید کوئی بحث کیے بغیر چادر اوڑھی اور رباب کو اٹھا کر باہر نکل آئی۔

"جس کی خاطر آپ مجھے برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔ میں اسے ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔ جب رشتے مجبوری بن جائیں تو ان کی بقا ممکن نہیں ہوتی۔"

نظریں جھکائے جیسے وہ سب کچھ یہاں ہار کر جا رہی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو مشعال۔۔۔ یہ کیا پاگل پن ہے۔"

عارفہ بیگم اس کے درد کو سمجھتی تھیں مگر مقیت حیدر کی جارحانہ طبیعت سے بھی واقف تھیں۔

"جب دلوں میں ایک دوسرے کے لیے گنجائش ختم ہو جائے تو ایک چھت کے نیچے رہنے کی خواہش کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔"

اپنے چور چور وجود کو سمیٹتی جیسے وہ مزید ڈھلتی جا رہی تھی۔

"جانے دیں اسے۔ چند دنوں میں خود ہی واپس آجائے گی۔ تب میں اس کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گا۔ جو عورت ایک بار گھر سے باہر قدم نکالنا سیکھ لے وہ اعتماد کے قابل نہیں رہتی۔ اس بدزبان، جاہل اور شوہر کی نافرمان عورت کو میں کسی صورت برداشت نہیں کروں گا۔ دوسروں پر انگلی اٹھانے چلی ہے بازاری

Scanned with CamScanner

عورت کی خصلتیں خود اس میں پائی جاتی ہیں۔" اس نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"میں خود ایسے مرد کی شکل دیکھنا پسند نہیں کروں گی جسے اپنی بیوی کی پارسائی کا یقین نہ ہو۔" وہ زخمی ناگن کی طرح پھنکاری کہ بہرحال اپنی انا اور عزت ہر عورت کو اپنی جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہوتی ہے۔

"اونہہ۔۔۔ بیوی۔" وہ استہزائیہ مسکرایا۔

عارفہ بیگم کی پکار کو ان سنی کرتی وہ زمان ہاؤس کو الوداع کہہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"یہ کیا، کیا تم نے مشعال؟ اپنا گھر چھوڑ آئیں خود اپنے ہاتھوں سے اپنی حکومت کسی اور کے سپرد کردی۔" رفعت بیگم نے سنتے ہی سر پیٹ لیا۔

"کیسی حکومت امی۔۔۔ اس شخص نے مجھے بازاری عورت تک کہہ دیا۔ میری پارسائی پر انگلی اٹھائی مجھے دھتکار دیا پھر بھی میں اس کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتی تف ہے مجھ پر۔" وہ بے بس سی رو دی۔

"مگر اس طرح اپنا گھر چھوڑ کر بیٹھ جانا۔ یہ بھی تو مسئلے کا حل نہیں۔" رفعت بیگم نے رسانیت سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تو کیا اس کی درندہ صفت جارحیت برداشت کرتی رہوں محض اس لیے کہ وہ مرد ہے۔ عورت کمزور نہیں ہے، میں ثابت کردوں گی۔ مرد اپنی مرضی کرے اور پھر عورت کے سر پر تھوپ کر بری الذمہ ہو جائے اب ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ میں سمجھوتہ نہیں کروں گی اپنی بیٹی کو ایسی عورت کے زیر سایہ ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ گھر، بچے، شوہر ہمیشہ عورت کے پاؤں کی زنجیر کیوں بنتے ہیں۔ گھر کو آباد رکھنے کے لیے اپنی انا اور نسوانیت کو ہمیشہ عورت ہی کیوں داؤ پر لگائے۔ آخر قربانی کا یہ مہرہ مرد کیوں نہیں بنتا۔ اس معاشرے میں مردوں کو بڑھاوا دینے والی عورتیں ہی ہیں جو انہیں ان کے غیر اخلاقی اور غلط افعال کا احساس نہیں دلاتیں۔ بلکہ اولاد اور گھر کے نام پر ان کے گھٹیا افعال کو برداشت کرتی ہیں، میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ گھر اجڑنے کا، پاکباز عورت کے ساتھ کی برکتوں کا احساس اسے بھی ہونا چاہیے۔ میں کسی طور اس شخص سے سمجھوتہ نہیں کروں گی۔"

وہ تمام فیصلے کرکے آئی تھی اور اپنے فیصلے سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہ تھی۔ ایک آدھ بار عارفہ بیگم اسے منانے آئیں مگر وہ جانتی تھی یہ ان کی خود ساختہ کوشش ہے اس میں مقیت حیدر کی مرضی کا کوئی عمل دخل نہیں لہٰذا پسپانہ ہوئی۔ مناسب وقت دیکھ کر رفعت بیگم نے اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔ اس کے مسلسل انکار کا نتیجہ مقیت حیدر کے طلاق نامے کی صورت میں نکلا۔ عورت کی ضد کے سامنے سرنگوں ہونا مرد کی فطرت نہیں اور مشعال کو خود اپنی تمام غلطیوں کا اعتراف کرکے واپس اس گھر میں لانا مقیت حیدر کی مردانہ انا پر کاری ضرب تھا لہٰذا اس نے اپنی مردانگی پر مشعال کو وار دیا۔

ایک آخری امید کا ٹمٹماتا دیا بھی حالات کی بے سروسامانی سے گل ہوگیا۔ ایک بھرم جسے عرف عام میں محبت کہتے ہیں ٹوٹ کر چور چور ہوگیا۔ مقیت حیدر نے اپنے نام کا حق بھی مشعال سے چھین لیا تھا۔ وہ جو خود کو بہت مضبوط سمجھتی تھی اس بے رحمی پر بلبلا اٹھی۔ تو طے ہوا کہ مقیت نے اسے زمانے کے سرد و گرم سے نبرد آزما ہونے کے لیے تنہائی کے سپرد کردیا۔

اس شخص سے دل کا رشتہ ٹوٹ کر جو ایک کاغذ کے ذریعے قائم تھا۔ وہ نوحہ کناں تھی مگر اپنے فیصلے پر پچھتاوا اسے نہیں تھا کیونکہ اس کے جینے کی وجہ اس کی بیٹی رباب تھی۔ جسے اسے بہترین پرورش دینا تھی۔ معاشرے کا باوقار شہری بنانا تھا جب تک والدین زندہ رہے جیسے تیسے بھائی بھاوج، مشعال کو اس کی اولاد سمیت برداشت کرتے رہے مگر ان کے رخصت ہوتے ہی اس گھر کی چھت مشعال پر تنگ پڑ گئی۔

اس نے چند ماہ کی تگ و دو سے ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب حاصل کرلی اور اس کی درخواست پر اسے ایک فلیٹ بھی دے دیا گیا۔ لہٰذا اپنے معاملات میں خود

digest library.com

Scanned with CamScanner

digest library.com

کفیل ہوتے ہوئے اس نے اپنے والدین کے آبائی گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور پھر اسے احساس ہوا کہ اکیلی عورت کا معاشرہ میں رہنا محض عزت کا سودا ہے۔ اس نے کوئی رات چین سے نہیں گزاری۔ ہر لمحہ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔ اس پر اپنی عزت کے ساتھ ساتھ اس کی جوان بیٹی کی عزت کی ذمہ داری بھی عائد تھی جو وہ پوری جانفشانی سے 'اپنا آپ بھلائے نبھا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

رباب کو لانگ ٹرپ پر ناردرن ایریاز گئے ہوئے آٹھ دن بیت چکے تھے خالی گھر مشعال کو کاٹنے کو دوڑ رہا تھا۔ وہ مغموم و اداس سی در و دیوار میں اترتی وحشتوں کے سناٹے اپنے اندر اترتے محسوس کر رہی تھی۔ دو دن میں رباب واپس آنے والی تھی طرح طرح کے اندیشے اور وسوسے مشعال کے شعور سے دامن گیر ہو رہے تھے۔ دل پر عجیب سا اضمحلال بوجھ ڈالے تھا وہ نڈھال سی اس کے آنے کی گھڑیاں گن رہی تھی۔

"آپ نے خوامخواہ زحمت کی' میں خود رباب کو پک کرنے آجاتی۔"

رباب کی صورت دیکھ کر اس کی وحشتوں کو جیسے قرار ملا۔ وہ دس دن بعد اپنی بیٹی کی شکل دیکھ رہی تھی اس کی شاداب رنگت مزید نکھر گئی تھی۔ اس کے خدوخال خوب بھرے بھرے اور اناری محسوس ہو رہے تھے۔ نجانے حقیقتاً" رباب میں اس قدر تبدیلیاں آئی تھی یا صرف مشعال کو ہی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ دیوانہ وار اس سے لپٹ گئی۔ اس میل ملاپ سے فارغ ہوئی تو اسے مشعال کے پیچھے کھڑی ایک باوقار شخصیت کا خیال آیا۔ وہ یہی سمجھی تھی کہ کالج انتظامیہ سے کوئی رباب کو چھوڑنے آیا ہے۔

"مما یہ ہمارے کالج میں پڑھاتے ہیں۔" کچھ جھجکتے ہوئے رباب نے تعارف کیا تو مشعال نے ٹھٹک کر اس کے لب و لہجے پر غور کیا۔

"اوہ۔۔۔ آئیے سر کھڑے کیوں ہیں۔ تشریف رکھیں۔" حیرت پر قابو پاتے ہوئے مشعال نے اصول مہمان نوازی نبھایا۔

"رباب بیٹا آپ سامان اپنے کمرے میں رکھو۔ میں آپ کے سر کے لیے کچھ کھانے کا انتظام کرتی ہوں۔" مشعال نے تیزی سے ہدایت جاری کی۔

"مما میرے پاس کوئی سامان نہیں۔" رباب نے سر جھکائے ناقابل یقین جملہ کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب میں ٹرپ پر گئی ہی نہیں مما۔" اس نے نگاہیں جھکائے مشعال کے وجود کو متزلزل کر ڈالا۔

"رباب۔۔۔ ٹرپ پر نہیں تھی۔۔۔ تو پھر۔۔۔ کہاں تھیں؟" کسی انہونی کے احساس نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ بے ربط سی بولی۔

"مما میں نے ابتاج سر سے شادی کر لی ہے۔"

الفاظ تھے یا منوں وزنی بھالا جو مشعال کے سر پر ضرب لگاتا اسے لہولہان کر گیا۔ مشعال نے پہلی بار اس چھتیس پینتیس کے لگ بھگ مرد کو غور سے دیکھا جس کی عمر رباب سے دگنی تھی۔

مشعال نے بے ساختہ اپنا دایاں ہاتھ رباب کے چہرے پر ثبت کر دیا۔ اسے لگا تھا وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہی ہے۔ جس میں اس کی عمر بھر کی کمائی لٹ گئی۔ وہ شخص خاموش تماشائی بنا کھڑا تھا جیسے متوقع صورت حال سے آگاہ ہو۔

"کیوں۔۔۔ رباب۔۔۔ ایسا کیوں؟" مشعال کو لگا اٹھارہ سال قبل بیتے لمحے پھر ان کے بیچ آ کھڑے ہوئے ہوں۔ اٹھارہ سال قبل وہ اس کے باپ سے سوال کر رہی تھی اور اٹھارہ برس بعد اس کی بیٹی سے۔

"اس قدر بے وفائی' اس قدر بے اعتمادی اپنی ماں پر۔ میری پرورش کو گالی بنا دیا تم نے رباب۔ میری اٹھارہ سال کی محنت کو لمحوں میں داغ دار بنا دیا' کیوں تم نے اخلاقیات سے بے بہرہ یہ فعل سرانجام دیا۔"

اس کے وجود میں غم و غصے کا طوفان برپا تھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا مما۔ اپنے لیے آزادی کی راہ ہی تو چنی ہے۔ آپ کے فیصلے نے مجھے کیا دیا'

Scanned with CamScanner

digest library.com

آپ کو کیا دیا؟ بے اطمینان زندگی، نا آسودگی، فکریں، بے سکونی اور غیر محفوظ رکھا مجھے۔ میں مزید بے سرو سامان اور بے سائبان زیست کا سفر طے نہیں کر سکتی۔ سر نے میرے لیے اپنی فیملی کو چھوڑا ہے۔ وہ مجھے سہارا دے رہے ہیں مما۔ ان دس دنوں میں جتنی بھرپور زندگی میں نے گزاری ہے وہ پچھلے اٹھارہ سالوں میں، میں نہیں گزار سکی۔ اگر آپ سے اپنی خواہش کا اظہار کرتی تو آپ کبھی مجھے فیور نہیں کرتیں۔ لہٰذا مجھے یہ راہ اختیار کرنی پڑی۔ مجھے مزید آپ کے فیصلے کی بھینٹ نہیں چڑھنا تھا، میں آپ کے چنے ہوئے جیون ساتھی پر قطعاً" اعتماد نہیں کر سکتی تھی۔ دنیا کی ہر عورت اپنی اولاد اور گھر کی خاطر ظلم و ستم برداشت کرتی ہے مرد کے قدموں میں رہنے کو بھی تیار ہوتی ہے، مگر آپ کو تو اپنا آرام مطلوب تھا مما۔ تب ہی تو سمجھوتہ کر نہ سکیں آپ۔ آپ پاپا سے سمجھوتہ کر لیتیں تو آپ کو یہ دن دیکھنا نہیں پڑتا، مگر آپ کو اپنی بیٹی سے زیادہ اپنی انا اور ضد عزیز تھی آپ نے مجھے بے آسرا کیا۔"

مشعال حق دق اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اٹھارہ سال کا بھرم دھیرے دھیرے ٹوٹ رہا تھا۔ اس کی بیٹی اسے مورد الزام ٹھہرا رہی تھی جس کی بہترین پرورش کے لیے اس نے خود پر خوشیاں حرام کر لیں۔ وہ اس پر انگلی اٹھا رہی تھی۔ وہ اسے بے جرم خطاوار بنا رہی تھی۔ اسے سمجھوتے کا پاٹ پڑھا رہی تھی جس کی وجہ سے اطمینان اس کی زندگی سے رخصت رہا وہ اسے قصوروار ٹھہرا رہی تھی۔ اسے اپنے عمل پر کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔ عورت کے حقوق اور بقا کی جنگ لڑتی برسوں سے نشو و نما پاتی، انقلاب برپا کرنے کی خواہش رکھنے والی، اپنے آپ کو عملاً" برباد کر دینے والی عورت مشعال کے اندر بے موت ماری گئی۔

ایک عورت ہی عورت کو برباد کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اسے برباد کرنے والی عورت رومیلہ تھی اور ایک مزید گھر کو تباہی کے دہانے پر لانے والی خود اس کی بیٹی تھی۔ اس کا صبر، قربانی سب رائیگاں گئی، عورت کی تاریخ اب بھی وہی تھی بے بسی، سمجھوتہ، حق پر ہوتے ہوئے بھی مرد کی محتاج۔

عورت ہی عورت کا آئینہ ہے۔

مشعال کی اندھیری ہوتی سوچ میں اک نقطہ ابھرا اور وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔

☆ ☆

مشہور و مزاح نگار اور شاعر

انشاء جی کی خوبصورت تحریریں،

کارٹونوں سے مزین

آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش

آوارہ گرد کی ڈائری	سفرنامہ	450/-
دنیا گول ہے	سفرنامہ	450/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	سفرنامہ	450/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	سفرنامہ	275/-
نگری نگری پھرا مسافر	سفرنامہ	225/-
خمار گندم	طنز و مزاح	225/-
اُردو کی آخری کتاب	طنز و مزاح	225/-
اس بستی کے کوچے میں	مجموعہ کلام	300/-
چاند نگر	مجموعہ کلام	225/-
آپ سے کیا پردہ	طنز و مزاح	400/-

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

Scanned with CamScanner